اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریمؐ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر چیز میں

ہمیں مسلمانوں سے اختلاف ہے

(مرزا غلام احمد قادیانی)

تحریر: فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیش ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے، اور جو شخص آپ ﷺ کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور آنحضرت ﷺ نے اسے کذاب اور دجال قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید، احادیث، اقوال صحابہؓ و تابعینؒ اور علمائے امت کے اقوال کی تفصیل تو آپ کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور دیگر علماء کرام کی تصانیف میں ملے گی۔ تاہم یہاں موقعہ کی مناسبت سے ہم اپنے قارئین کی توجہ چند اہم امور کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

اللہ جل شأنہ نے اپنے بندوں کی اصلاح اور ان کی کامیابی و کامرانی کیلئے زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ حالات و حکمت کے مطابق وقتاً فوقتاً انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، لیکن ان کی نبوت کسی خاص خطہ ارضی یا کسی خاص قوم کیلئے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کی خصوصیاتِ قومی اور شعائر ملی جداگانہ تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی بعثت سے عالم انسانی کو ایک عالمگیر وحدت میں تبدیل کرنا تھا اس لئے ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هو الذی أرسل رسوله بالهدیٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله﴾ [التوبہ:۳۳] ترجمہ: ''وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے''۔

پھر آپ ﷺ پر ایسی جامع ترین کتاب نازل ہوئی جو سابقہ تمام ادیان کا مجموعہ تھی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وأنزلنا اليک الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمناً عليه﴾ [المائدۃ:۴۸] ترجمہ: ''اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے''۔

اسی کے ساتھ ساتھ اسے انعام الٰہی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ اللہ کا آخری پیغام اور زندگی کا

مکمل نظام ہے۔جس کے الفاظ ہیں: ﴿الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً﴾ [المائدۃ:۳] ترجمہ:''آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کیلئے پسند کر لیا''۔

پھر اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہوئے فرمایا ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون﴾ [الحجر:۹] ترجمہ:''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

لہٰذا جب قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کو دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا گیا ہے اور غیر مبہم الفاظ میں اس بات کا بھی اعلان کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعہ دین کی تکمیل کر دی گئی ہے، اور اس دین کی حفاظت بھی ہم خود ہی کریں گے۔اس میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف نہیں ہو سکتی۔تو پھر اس کے بعد نبی کی کیا ضرورت ہے؟ اصلاح احوال کیلئے اگر ضرورت ہے تو مصلحین کی نہ کہ انبیاء کی۔آنحضرت ﷺ نے اسی بناء پر علماء امت کو انبیاء کا وارث قرار دیا اور فرمایا (ان العماء ورثة الأنبیاء)''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔[بخاری: ۱/۱۶، مسند احمد: ۵/۱۹۶، ابو داؤد: ۲/۱۵۷، دارمی: ۱/۹۸] اور صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا: (کانت بنو اسرائیل تسوسهم الأنبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی آخر وانه لانبی بعدی وسیکون الخلفاء فیکثرون)[بخاری ۱/۴۹۱، ابن ماجه ص:۲۱۲، باب الوفاء بالبیعة]''کہ بنی اسرائیل کی نگہداشت انبیاء کی ذمہ داری تھی جب ایک نبی رخصت ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔البتہ نائبین کثرت سے ہوں گے''۔یہ وہ اُصولی بات ہے کہ اگر دیانتداری سے اس پر غور کر لیا جائے تو کوئی بھی عقلمند آدمی نبی کی ضرورت کا قائل نہیں ہو سکتا۔چہ جائیکہ کسی کی نبوت کو ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کو امت سے جو محبت اور تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ ذیل کی آیت سے لگایا جا سکتا ہے: ﴿عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم﴾ [التوبہ:۱۲۸] ترجمہ:''تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان والوں کیلئے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔

یہ امت سے پیار ہی کا تو نتیجہ تھا کہ ساری ساری رات درج ذیل آیت پڑھتے پڑھتے گزار دیتے تھے: ﴿ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک أنت العزیز الحکیم﴾ [المائدہ:۱۱۸] ترجمہ: ''اگر آپ ان کو (امت کو) سزا دیں گے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دیں گے تو آپ غالب حکمت والے ہیں''۔یہ ﴿عزیز علیه ما عنتم﴾ ہی کا تو اظہار تھا کہ حضرت موسیٰ ؑ کے (ان امتک لا تطیق

ذالک) کہ ''تیری امت پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گی'' فرمانے سے بار بار، بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے رہے۔ [مشکوٰۃ: ۵۲۸] اور امت پر مشقت ہی کے ڈر سے تو فرمایا کرتے: **(لو لا أن أشق علی امتی لأمرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ)** [ابو داؤد: ۱/۷۱، مع عون ترمذی: ۱/۳۴، مع التحفۃ] ترجمہ: ''اگر امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو حکم دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کیا کرو''۔

اور کبھی فرماتے **(لو لا أن أشق علی أمتی لأ مرتھم بتأخیر العشاء الٰی ثلث اللیل)** [ترمذی: ۱/۱۵۲] ''اگر امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ نماز عشاء تہائی حصہ رات چلے جانے کے بعد پڑھا کرو''۔

اور پھر امت سے تعلق خاطر اور محبت ہی کا تو نتیجہ ہے کہ قیامت کے روز جب تمام انبیاء کرام پکار پکار کر کہہ رہے ہوں گے: **(اللّٰھم لا أسئلک الانفسی)** ''اے اللہ! ہم تجھ سے اپنی جان ہی کا سوال کرتے ہیں''۔ تو اس کسمپرسی کے عالم میں آپ ﷺ کی ندا ہوگی: **(یارب أمتی یا رب أمتی)** [مشکوٰۃ: ۴۸۹] ''الٰہی میری امت پر رحم فرمائیو''۔ اندازہ کیجئے کہ جس رسول کا امت سے محبت و پیار کا یہ عالم اور اس قدر احساس ہو وہ کیونکر برداشت کرسکتا ہے کہ ساری امت کو آنے والے نبی سے غافل کر کے نعوذ باللہ خود اپنے ہاتھوں انہیں جہنم کا ایندھن بنادے۔ جبکہ مرزا کہتا ہے کہ: ''میرا انکار کرنے والا جہنمی ہے''۔ [تبلیغ رسالت: ۹/۲۷]

اور پھر اس غفلت پر انداز بھی یہ کہ میرے بعد کذاب اور دجال تو ہوں گے مگر نبی نہیں ہوگا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ ﷺ کی شفقت کا تقاضا تھا کہ آپؐ اس پر ایمان لانے کی تلقین فرماتے مگر یہاں تو شفقت کا لفظ اس بات کا مقتضی ہے کہ امت سے ہمیشہ تعلق خاطر ہی رہے اور اگر اس تعلق میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہوگئی یا کوئی اور اس میں شریک بن گیا تو پھر کئی اور نام ہیں کوئی سا نام رکھ لیجئے مگر اسے شفیق نہ کہیئے۔ بات صاف ہے کہ یا تو آنحضرت ﷺ کو شفیق تسلیم کرنا ہوگا بصورت دیگر قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کرنا ہوگی۔

ان دو آیات کے علاوہ یوں تو متعدد آیات ایسی ہیں جن سے تکمیل دین اور آپؐ کی صفت خاتم النبیین کا ثبوت ملتا ہے لیکن ہمارا مقصد استیعاب نہیں جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اسی طرح وہ احادیث جن سے ہمارے اس موٴقف کی تائید ہوتی ہے ان کا شمار دوصد سے زائد ہے جنہیں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تصنیف میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں آپ ﷺ نے مختلف الفاظ اور مختلف طریقوں سے فرمایا:

☆ ''میں آخری نبی ہوں''۔ ☆ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

☆ ''سلسلہ نبوت مجھ پر ختم ہو چکا ہے''۔ ☆ ''میں آخری نبی اور تم آخری امت ہو''۔

☆ ''میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں''۔

☆ اور یہ کہ: ''میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب اور دجال ہے''۔

اندازہ فرمایئے! ''خاتم النبیین'' کی اس سے بڑھ کر اور کیا تشریح ہوگی۔ ہم یہاں صرف دو احادیث کو بعض ضروری تفصیل سے ذکر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

۱۔ **(عن أنسؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الرسالة والنبوة قدا نقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی)** [ترمذی: ۳/ ۲۴۸، مع التحفۃ، کتاب الرؤیا۔ مسند احمد: ۳/ ۲۵۷] ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی''۔

۲۔ **(قال النبی ﷺ ان مثلی ومثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فأحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون له و یقولون هلا وضعت هذه اللبنة فأنا اللبنة وأنا خاتم النبیین)** [بخاری: ۱/ ۵۰۱، باب خاتم النبیین۔ مسلم: ۱/ ۲۴۸، باب خاتم النبیین] ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور بہت خوبصورت بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار تعجب کرتے تھے مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں''۔

اور مسلم کی ایک حدیث کے الفاظ ہیں **(فجئت فختمت الأنبیاء)** ''پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا''۔ اور مسند طیالسی میں اس کے الفاظ ہیں: **(ختم بی الأنبیاء)** ''میرے ذریعے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا''۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں آپ ﷺ کا یہ فرمان کس قدر واضح ہے، اس کی مزید تشریح کیلئے درج ذیل امور کا ذکر امید ہے معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا جس سے اس بحث کو سمجھنا اور اس میں جو شکوک وشبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کا ازالہ بھی بآسانی ہوگا۔ پہلی حدیث جس کے الفاظ ہیں **(لا رسول بعدی ولا نبی بعدی)** میں دو لفظ **(نبی اور بعد)** غور وتدبر کے محتاج ہیں۔ نبی کون ہوتا ہے؟ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اور بعد کا کیا مفہوم ہے؟ اگر ان امور پر دیانتداری سے غور کرلیا جائے تو بحث میں کسی قسم کا الجھاؤ نہیں رہتا۔

نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ ہم اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ خود مرزا کلاں نے اس کے معنی

متعین کئے ہیں لکھتا ہے: ''خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے، جو اس پر بذریعہ جبریل نازل ہوتی ہے''۔[ازالہ اوہام ص:۲۳۸،ص:۵۷۶ طخرود] اور نبی کی تعریف میں وہ لکھتا ہے: ''نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کیلئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو''۔[ضمیمہ نصرت حق:۱۳۹]

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی صاحب شریعت کا متبع ہوتا ہے اور نہ ہی وہ نئی شریعت اپنے ساتھ لاتا ہے۔ ان دونوں معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نہ صاحب شریعت نبی آ سکتا ہے اور نہ صاحب شریعت کے تابع کوئی نبی آ سکتا ہے۔ جبکہ آپؐ نے رسول اور نبی دونوں کی نفی فرمائی ہے۔

بعد کے معنی: اور پھر ''بعدی'' کا لفظ بھی اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ ''بعد'' اپنی وضع کے اعتبار سے ''پیچھے'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ بعدیت کسی نوعیت کی ہو۔ مثلاً:

۱۔ **بعد بمعنی غیر حاضری:** جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ثم اتخذتم العجل من بعده﴾[البقرہ:۵۱] ترجمہ: ''پھر تم نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰؑ کے بعد یعنی پہاڑ پر چلے جانے کے بعد''۔

۲۔ **بعد بمعنی خاتمہ:** جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعده بالرسل﴾[البقرہ:۸۷] ''کہ موسیٰؑ کو ہم نے کتاب دی پھر اس کے فوت ہو جانے کے بعد کئی رسول بھیجے''۔

یا جیسے حدیث میں ہے (أنت الآخر فليس بعدك شيء)[مسند احمد ۲/۴۰۴، ۵۳۶] ''کہ الٰہی تو سب کے آخر میں ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ تم نہ رہو لیکن اور کوئی باقی رہ جائے''۔

۳۔ **بعد کبھی معاً بعد کیلئے آتا ہے:** جیسا کہ کہیں موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ کو نبی بنایا گیا۔

۴۔ **بعد کا اطلاق کبھی شریعت یا حکومت ختم ہونے پر ہوتا ہے:** جیسے ﴿ثم جعلنا کم خلئف فی الأرض من بعدهم﴾ یعنی ''ان (کی حکومت) کے بعد ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا''۔

الغرض ''بعد'' کے معنی پیچھے کے ہیں خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔ اس تفصیل کے بعد حدیث کا معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپؐ کو نبوت عطا ہونے کے فوراً بعد کوئی نبی بن سکتا ہے اور نہ آپؐ کی زندگی میں۔ نہ

مدینہ طیبہ سے غیر حاضری کے وقت اور نہ ہی رحلت کے بعد قیامت تک کوئی نبی ہو سکتا ہے، اور آپؐ کی شریعت چونکہ دائمی اور قیامت تک کیلئے ہے اس لئے آپ ﷺ کی شریعت کے خاتمہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس تفصیل کے بعد امت قادیانیہ کا حدیث میں بعد کا مطلب ''بعد ختم شریعت'' مراد لینا نہایت مضحکہ خیز ہے اور اگر یہ معنی درست ہیں تو بتلایا جائے کہ حدیث: (أنت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا أنه لا نبی بعدی) [مسلم:۲/۲۷۸] کے کیا معنی ہوں گے؟ کیا حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کی نبوت ختم ہونے کے بعد نبی ہوئے تھے؟ اور کیا آنحضرت ﷺ کی نبوت ختم ہو جانے کے بعد امکان نبوت ثابت ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی عقلمند قائل نہیں۔ بلکہ ایک مدت تک خود مرزا بھی اسی کا قائل رہا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''کیا تم اس سے باخبر نہیں ہو کہ فضیلت عطا فرمانے والے رب رحیم نے ہمارے نبی ﷺ کا نام ہر قسم کی استثناء کے بغیر خاتم النبیین رکھا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر (لا نبی بعدی) سے فرمائی ہے''۔ [ترجمہ حمامۃ البشریٰ:۳۴]

اس عبارت پر غور فرمائیں کہ کس طرح واضح الفاظ میں حدیث کے الفاظ (لا نبی بعدی) کو خاتم النبیین کی تفسیر قرار دیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امت قادیانیہ اپنے نبی کی اس تشریح کے بعد اس قسم کی فرسودہ باتوں سے اجتناب کرے گی اور حق کو قبول کر لینے میں بھی کوئی حجاب محسوس نہیں کرے گی۔

ختم نبوت کا اعتراف: ہم دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے لیا ہے، اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ جس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے (لا نبی بعدی) سے فرمائی ہے، اور یہی وہ نظریہ ہے جس پر مرزا اپنے ابتدائی دور میں قائم رہا۔ بلکہ ۱۹۰۱ء تک اپنی دو تہائی تصانیف میں اسی کا اقرار کرتا رہا۔ چنانچہ لکھتا ہے:

۱۔ ''اگر ہم حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز تسلیم کر لیں تو ہم وحی نبوت کے دروازے کو کھول دیں گے جو کہ بند ہو چکا ہے، اور یہ ایسی غلط بات ہے جو مسلمانوں پر مخفی نہیں، اور کوئی نبی ہمارے رسول ﷺ کے بعد کس طرح آ سکتا ہے جبکہ آپؐ کے ذریعہ نبیوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے''۔ [ترجمہ حمامۃ البشریٰ ص:۳۴]

۲۔ ''میرے لئے ممکن نہیں تھا کہ میں دعویٰ نبوت کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کفار سے جا ملوں۔...... میں نبوت کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میں مسلمان ہوں''۔ [حمامۃ البشریٰ ص:۱۳۱]

۳۔ ''محمد ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت

آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی''۔[تبلیغ رسالت ۳/۲۰،۲۱]

۴۔ ''میں جناب خاتم الأنبیاء کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔[ایضاً ص:۴۴]

۵۔ ''ظاہر ہے کہ اگر چہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبریلؑ لا دیں اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے''۔[ازالہ اوہام ص ۲۳۹، ط:۵]

۶۔ ''اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے''۔[آسمانی فیصلہ، ص:۲۵]

۷۔ ''اصل حقیقت جس کی میں علی رؤوس الاشھاد گواہی دیتا ہوں، یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ پرانا نہ نیا۔...... بلکہ حضور ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کافر ہے''۔[انجام آتھم ص:۲۷ حاشیہ]

۸۔ ''ہم ہر مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں''۔[تبلیغ رسالت ۶/۳۰۲]

ہم یہاں صرف انہی آٹھ حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سلسلہ نبوت حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگیا۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ مزید یہ کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے، اور اب ایک حرف کا نازل ہونا یا کسی نبی کا آنا آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منافی ہے، اور آپ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کاذب، کافر، دائرہ اسلام سے خارج، دشمن قرآن اور لعنتی ہے۔

دعویٰ نبوت: یہ تو تھا تصویر کا ایک پہلو۔ اب ذرا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے''۔[تتمہ حقیقۃ الوحی، ص:۶۸]

۲۔ ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو دنیا میں گزر جاؤں''[خط بنام ایڈیٹر اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸]

۳۔ ''سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔[دافع البلاء، ص:۱۱]

۴۔ ''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزرے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر نعمت کا نہیں ملا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے لوگ اس کے مستحق نہیں''۔[حقیقۃ الوحی حاشیہ،ص:۳۹۱]

۵۔ ''میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں''۔[الحکم:۱۰ اپریل ۱۹۰۸]

اس کے ساتھ ساتھ ذرا مرزا بشیر الدین محمود احمد کے الفاظ بھی پڑھ لیجئے! کہتے ہیں:

۶۔ ''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو میں کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں''۔[انوار خلافت،ص:۲۵]

۷۔ ''میں پبلک اور حکام کی اطلاع کیلئے یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ کا مقدس نبی......اور بنی نوع انسان کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں''۔[ارشادات مرزا محمود،الفضل ۱۲جولائی ۱۹۳۵ء]

تعجب ہے کہ جو شخص ایک وقت مدعی نبوت کو کافر،کاذب،دائرہ اسلام سے خارج اور لعنتی قرار دیتا ہو معاً بعد خود ہی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی ذریت اجرائے نبوت کے منکر کو جھوٹا اور کذاب کہتی ہے۔آخر اس واضح تضاد بیانی کا بھی کوئی سبب ہے؟ کوئی با اصول ہوش مند انسان ایسا کیوں کر سکتا ہے؟

خود مرزا کلاں لکھتا ہے:''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی ہے کہ ایک کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔[حقیقۃ الوحی،ص:۱۸۴]اور یہ کہ:''جھوٹے کے کلام میں تناقض ہوتا ہے''۔[ضمیمہ براہین احمدیہ،۵/۱۱۲]

پھر اس پر مستزاد یہ کہ اپنی نبوت کو آنحضرت ﷺ کی کمال نبوت کا مظہر خیال کرتا ہوا کہتا ہے:

''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بندہ کا نام اس لئے نبی رکھا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے،اور کسی فرد پر ختم نبوت ہونے کے یہی معنی ہیں کہ کمالاتِ نبوت اس پر ختم ہیں اور نبی کے بڑے کمالات میں سے نبی کا فیض پہنچانے میں کامل ہونا ہے،اور یہ جب تک امت میں اس کا نمونہ نہ پایا جائے ثابت نہیں ہوتا''۔[ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص:۱۶]

اس عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ اصول تراشا گیا

ہے کہ امت میں رسول اللہ ﷺ کا نمونہ پایا جانا ضروری ہے، جس کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ تیرہ سو سال سے آج تک کوئی نمونہ آپ جیسا نہ تھا اور نہ آپ ﷺ کا کمال ثابت ہوتا تھا۔ دنیا محض بے عقلی میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتی رہی اور آپ ﷺ کے کمالات کو تسلیم کرتی رہی۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ عنھم اور دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور اکابر امت معاذ اللہ سبھی ناسمجھ اور بے عقل تھے کہ آنحضرت ﷺ کا کمال ثابت نہیں ہو رہا لہٰذا نبی کا آنا ضروری ہے؟ اور کیا ۱۹۰۱ء سے پہلے خود مرزا بے عقل اور محض بے وقوف تھا کہ آنحضرت ﷺ کا کمال ثابت نہیں ہو رہا اور ادھر میں مدعی نبوت کو کافر، کاذب اور لعنتی قرار دے رہا ہوں۔

مستقل امت اور متوازی مذہب: یہ اصول طے شدہ ہے کہ امت کا وجود نبی کو تسلیم کرنے سے بنتا ہے۔ غور کیجئے ایک آدمی یہودی ہے اس لئے کہ وہ حضرت موسیٰؑ کو نبی مانتا ہے کچھ عرصہ بعد وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا اقرار کرتا ہے تو اسے عیسائی کہیں گے۔ یہود کے زمرہ میں اس کا شمار کسی لحاظ سے صحیح نہیں یا وہ کسی وقت زرتشت کو نبی تسلیم کر لیتا ہے تو اب اسے پارسی کہا جائے گا۔ اس کی طرف عیسائیت کا انتساب صحیح نہیں، اور پھر اگر وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کو صحیح تسلیم کر لیتا ہے تو اب اسے مسلمان کہیں گے۔ الغرض جس طرح یہودیت کے بعد عیسائیت ہے اور یہودیت کا کوئی حصہ یا فرقہ نہیں اسی طرح عیسائیت کے بعد اسلام ہے اور وہ عیسائیت کی شاخ نہیں بلکہ مستقل نبی کے پیروکار اور اسے ماننے والے ہیں۔ بالکل اسی طرح اسلام کے بعد اگر کوئی کسی کو نبی تسلیم کرتا ہے تو وہ اسلام سے جدا ایک دین کا پیروکار ہے، اور مسلمانوں سے علیحدہ ایک امت ہے۔ یہاں صرف اتحاد عقائد کافی نہیں ورنہ عیسائیت کو یہودیت سے علیحدہ کرنے کے کوئی معنی نہیں جبکہ بنیادی مسائل میں عیسائیت، یہودیت سے الگ تعلیمات کا نام نہیں، اسی طرح اسلام، عیسائیت سے مختلف نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ان ھذا لفی الصحف الأولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ﴾ [الأعلیٰ :۱۹] ترجمہ: ''یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی''۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿شرع لکم من الدین ماوصیٰ بہ نوحاً والذی أوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ﴾ [الشوریٰ: ۱۳] ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ نازل کیا

اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا''۔

خوب سمجھ لیجئے کہ جس طرح حقیقت ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے اسی طرح فطرت انسانی کی اصلاح کیلئے قانون ایک ہی ہونا چاہیے دس یا بیس نہیں اور معاذ اللہ یوں بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً مختلف قانون دے کر تجربہ کرتے رہے ہیں کہ کونسا صحیح اور کونسا غلط ہے اور کون سا اصول فطرت انسانی کے موافق ہے ایسا تصور ہمارے نزدیک قطعاً ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءؑ کو ایک ہی دین دیا جیسا کہ سابقہ آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انبیاء کی پیروی میں مختلف امتیں بنیں اور وہ مختلف ناموں سے مشہور و معروف ہوئیں۔ اسی طرح آج ہم کہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص کسی نبی کو تسلیم کرے گا تو وہ مسلمان نہیں، بلکہ ایک دوسرے نبی کا پیروکار اور اس کا امتی ہے بلکہ خود مرزا جی اس اصول کو بصراحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعوے میں ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نیز خلق اللہ کو وہ کلام بھی سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو''۔ [آئینہ کمالات ص:۳۴۴]

پھر انہوں نے بالصراحت اپنی جماعت کو امت بھی کہا ہے:

''پہلا مسیح صرف مسیح تھا اس لئے اس کی امت گمراہ ہوگئی اور موسوی شریعت کا خاتمہ ہو گیا اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔ لیکن میں مہدی اور محمد کا بروز بھی ہوں اس لئے میری امت کے دو حصے ہوں گے ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے وہ جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے''۔ [ارشادات مرزا مندرجہ الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء]

پھر یہ بات بھی بدیہی ہے کہ جب کوئی شخص کسی نئی تحریک سے وابستہ ہوتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں قدیم مراکز اور شخصیتوں کی بجائے جدید مراکز اور ادارے آجاتے ہیں۔ اس تبدیلی کا ذکر ایک ہندو مضمون نگار ڈاکٹر شنکر داس نے بڑی خوبی سے کیا اور بتلایا کہ مرزا کو نبی تسلیم کر لینے سے ایک مسلمان کے ذہن میں کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے، وہ مرزائی عقائد نہایت اختصار سے بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

''میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے ہندوستانی قوم پرستی کا کیا تعلق

ہے،اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام کرشنو ید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی (نہیں مرزائی) بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکی میں تھی اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے، اور مکہ مدینہ اس کی روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔ کوئی بھی احمدی (مرزائی) چاہے عرب، ترکی، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی شکتی کیلئے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے۔ قادیان کی سرزمین میں اس کیلئے پنبہ بھومی (سرزمین نجات) ہے اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے''۔ [اخبار بندے ماترم ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء]

ان بنیادی اور اصولی باتوں کو سمجھ لینے کے بعد یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ قادیانیت مسلمانوں سے علیحدہ ایک امت اور ایک مستقل مذہب ہے اور ان کا مسلمانوں کے مراکز سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ بلکہ وہ خود اس بات کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں کہ ہمارا مسلمانوں سے کسی بنیاد پر اتفاق واتحاد نہیں۔

چنانچہ مرزا بشیر الدین جمعہ کے خطبہ میں اعلان کرتا ہے:

''حضرت مسیح موعودؑ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے''۔ [الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء]

اور اسی اختلاف کے شوق میں انہوں نے اسلامی تقویم کے مقابلہ میں نئی تقویم پیش کی جو درج ذیل ہے

اسلامی تقویم: محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الأول، جمادی الثانی۔

مرزائی تقویم: صلح، تبلیغ، امان، شہادت، ہجرت، احسان۔

اسلامی تقویم: رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی قعد، ذوالحج۔

مرزائی تقویم: وفا، ظہور، تبوک، اخاء، نبوت، فتح۔ [احمدیہ ڈائری یومیہ]